نظرات

جو ملک ابھی کچھ عرصہ تک دنیا کے بہت بڑے حصے پر حکمراں تھا اور جس ملک کے باشندوں کو اپنے ملک کی تہذیب اور انسانیت پر بڑا فخر و ناز تھا اس ملک کی ملکہ ڈائنا اپنے خاوند شہزادہ پرنس چارلس کی اپنے سے بے وفائی اور دوسری بے نکاحی عورتوں کے ساتھ معاشقے سے پریشان ہو کر اس سے علیحدگی و طلاق حاصل کرنے پر بالآخر مجبور ہوئی اور پھر جب اس نے اپنی طلاق کے بعد شہزادی ملکہ نے کسی دوسرے مرد سے عشق کی پینگیں بڑھائیں تو وہ کسی کار حادثہ کا شکار ہو کر ملک الموت کے آغوش میں جا پہنچی۔ یہ ہے مہذب ملک .... کے لوگوں کا کردار .... دوسرے لفظوں میں ماڈرن انسانوں کے کنگ میکرس ....

مغربی ملکوں کے اخلاق و انسانیت کا حال دیکھئے۔ جہاں مرد کے لئے کوئی قید ہے کہ وہ کسی سے بھی کوئی تعلق قائم کرے چاہے کسی بھی قسم کا اور نہ ہی عورت کے لئے کوئی پابندی ہے کہ وہ کسی ضابطہ میں مقید ہونے کی تکلیف گوارہ کرے۔ پرنس چارلس اور شہزادی ڈائنا کی شادی ۱۹۸۱ء میں انگلینڈ کے دارالحکومت لندن میں ہوئی تھی اور جس کے نتیجے میں دونوں کے یہاں دو بیٹے ولیم اور ہینری پیدا ہوئے جو اب جوانی کی دہلیز پر چڑھنے والے ہیں۔ کہتے ہیں کہ پرنس چارلس ایک خاتون کو میلا پارکر کے عشق میں مبتلا ہو گئے ان کی رنگ رلیوں کی خبریں جب شہزادی ڈائنا کے کانوں میں پڑیں تو پہلے انھیں ان خبروں پر یقین ہی نہیں آیا مگر جب آئے دن یہ خبریں باوثوق ذرائع سے شہزادی ڈائنا کے کانوں میں چھید ڈالتی رہیں تو پھر اس نے بھی اپنے معاشقے شروع کر دیئے اور موت سے

اس بارہ دن پہلے ہی شہزادی ڈائنا کے محبت میں پھنسے ایک مصری مسلمان ارب پتی مسٹر ڈوڈی الفہد تھے جن کے والد کا مغربی ممالک کے بڑے بڑے شہروں میں ڈیپارٹمنٹل اسٹور ہوٹلس وغیرہ کا کاروبار ہے جن کے یہاں رات بھی دن کی روشنی کے مانند ہے اور جن کا ہر دن و ہر رات عشق کی رنگینیوں ہی میں گذرتا۔

ڈائنا الفہد کے عشق میں کیسے مبتلاء ہوئی یہ کہانی بھی بڑی دلچسپ ہے محض ۱۹ سال کی عمر میں اس کی پرنس چارلس سے شادی ہوئی ۲۰ سال کی عمر میں وہ ماں بن گئی ۳۲ سال کی عمر میں اس کا اپنے خاوند پرنس چارلس سے اختلاف ہو گیا جو تقریباً دس سال چلا دس سال کوئی کم نہیں ہوتے اس درمیان میں ڈائنا اپنی جوانی کی ایک حد پار کر کے پختگی کی عمر کے قریب پہنچ گئی۔ ۳۲ سال کی عمر میں وہ مطلقہ شہزادی بن گئی اور اس کے بعد اس کے بارے میں طرح طرح کی کہانیاں سنائی دینے لگی۔ پاکستان آئی تو یہاں اس کے کسی مسلمان ڈاکٹر سے تعلقات کے قصے چرچا میں ہونے لگے۔ اس نے اسلام اور مسلمانوں کے رہن سہن اور طرز معاشرت کی تعریف کرنی شروع کردی اسلام سے اس کے لگاؤ کے واقعات کئی کئی بار سننے کو ملے اور آخر میں جب اس کی موت ہوئی تو وہ اپنے ایک مسلمان منگیتر ہی کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے محبوب و عاشق اور منگیتر ڈوڈی الفہد پیرس کے اپنے ایک ہوٹل میں کھانا کھا کر کار سے کہیں جا رہے تھے کہ کار حادثہ کا شکار ہوئی ڈائنا اور اس کے عاشق و محبوب الفہد دونوں ہی موت کے منہ میں جا پھنسے۔ الفہد نے ڈائنا کو بیش قیمت قیمتی تحفے تحائف دیئے اور اسی میں ہیرے کی ایک انتہائی قیمتی انگوٹھی بھی اپنی محبت کی نشانی کے طور پر اسے پیش کی اسی طرح شہزادی ڈائنا نے بھی بیش قیمت تحفے دیکر الفہد سے اپنی محبت کا اظہار

کیا ایک تحفہ پر یہ الفاظ کندہ کرائے " شہزادی ڈائنا کی طرف سے محبت کے ساتھ"
بہر حال یہ دونوں ہی جوان دل محبت کے اتھاہ نشے کے سمندر میں ڈوبے ہوئے
تھے دونوں طرف بیقراری تھی محبت کی آگ دونوں طرف لگی ہوئی تھی دونوں ہی
کے دل مچل رہے تھے جلد از جلد محبت کے سمندر میں غوطہ زن ہونے کے لئے
لیکن موت نے ان کی یہ آرزو پوری نہ ہونے دی۔
اکتالیس سالہ مصری ڈوڈی الفہد کی تو اس کے والد الفیض نے سُک لینڈس
لندن کے قبرستان میں حادثہ کے کچھ گھنٹوں بعد ہی تجہیز و تکفین کر دی۔ لیکن تمام
دنیا میں سوگواروں کے سیلاب کو دیکھتے ہوئے موت کے ۶ دن بعد یعنی ۶ ستمبر کو
ایک جھیل میں بنے ٹاپو پر دفنا دیا گیا جس میں دنیا بھر کے عظیم سیاستدان حکمران
رہنما شریک ہوئے بی بی سی نے تقریباً ۴۴ زبانوں میں اس کے آخری سفر کا
آنکھوں دیکھا حال نشر کیا۔ پورے برطانیہ کے عوام نے آنسوؤں کے ساتھ
اسکو رخصت کیا میلوں دور تک اس کے جنازہ کو عوام نے کندھا دیا تقریباً ۶۰
لاکھ انسانوں کا جم غفیر اس کے آخری سفر کے وقت دیدار کے لئے موجود تھا
کہتے ہیں کہ آج تک اس قدر عوام کا ہجوم کسی جنازہ میں نہیں دیکھا گیا۔ برطانیہ
کے عوام کی ہمدردی کا یہ عالم تھا کہ وہ برطانیہ کی ملکہ الزبتھ تک پر ڈائنا کی
موت کی ذمہ داری کا شک کرنے لگے اور اس کے لئے ان پر نکتہ چینی کی بوچھار
کر دی۔ اور ہمارے لئے یہی پہلو قابل غور ہے اب بقیہ گفتگو اس پہلو کے
پیش نظر ہم کرنا چاہیں گے۔

مغربی ممالک میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جس طرح لیڈران، اخبارات اور

دیگر ذرائع ابلاغ سے پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے اس کے پیش نظر تمام مغربی ممالک میں جس واقعہ میں بھی کسی بھی طرح اسلام یا مسلمان کا کسی طرح نام آجائے تو وہاں کے عوام میں نفرت وغصہ کا لاوا پھوٹ پڑنا چاہیئے نہ کہ وہاں برعکس اس کے دوسرا ہی منظر دیکھنے کو ملے۔ جیسیں ہمدردی ورحم کے جذبات صاف دکھائی دے رہے ہوں۔ شہزادی ڈائنا کی موت نے ہمیں کچھ اس طرح کا احساس کرایا ہے اور اسی طرح کی مغربی دنیا میں تصویر پیش کی ہے شہزادی ڈائنا برطانوی عیسائی شہری شہزادہ پرنس چارلس سے طلاق لینے کے بعد ایک مسلمان کے عشق میں مبتلا رہوئی سیاستدانوں اور کلیسا کے پادریوں نے اسے کیسی ہی بُری نظر سے کیوں نہ دیکھا ہو مگر عوام نے اپنے سیاستدانوں و حکمرانوں اور مذہبی راہنماؤں کے خیالات کے خلاف ہی اپنے خیالات ظاہر کئے کہ جیسیں ڈائنا اور اس کے محبوب الفہد کے ساتھ ہمدردی بھری ہوئی تھی یہ ایک پہلو ہے جسے مبلغین اسلام اپنے دماغ میں محفوظ رکھیں اس پر اظہار خیال ابھی ذرا ٹھہر کر۔

یہ بڑے ہی تعجب کی بات ہے کہ جس دن تمام دنیا کے اخبارات نے یہ خبر شائع کی کہ شہزادی ڈائنا ڈوڈی الفہد کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہورہی ہے اس خبر کو پڑھتے ہی ہمارے دماغ میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ کیا عیسائی دنیا اور برطانوی حکمراں اس بات کو برداشت کریں گے کہ برطانوی تخت پر مستقبل قریب میں جو بادشاہ بیٹھنے والا ہے اس کی ماں کا خاوند ایک مسلمان ہے۔ الفہد سے شادی کے بعد ڈائنا کے اولاد ہوئی تو برطانوی بادشاہ کا تیسرا بھائی یا بہن مسلمان ہے۔ ہمارا دماغ ان ہی سوالوں میں ڈوبا ہوا تھا کہ ڈائنا اور الفہد کی کار حادثہ میں موت کی خبر آگئی اور اس کے دوسرے دن ہی لیبیا کے

کرنل قذافی اور مصر کے ایک مبصر کا یہ تبصرہ بھی نظر سے گذرا کہ شہزادی ڈائنا اور اس کے محبوب الفہد کی موت میں کوئی سازش ہے اور برطانوی حکمرانوں کے لئے یہ بات ناقابل برداشت ہوتی کہ برطانوی تخت کے وارث کی ماں یا بھائی و بہن مسلمان بھی ہے۔ اس میں کہاں تک صداقت کا پہلو ہے اس پر واقعات خود ہی آسانی سے روشنی ڈال رہے ہیں اور ڈالیں گے، ہم اور آپ کیوں اس پر مغز پچی کریں۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کلیساؤں کا سارا زور مذہب اسلام کی بیخ کنی میں لگا ہوا ہے اور وہ عیسائیت کا بول بالا کرنے کے لئے ہر ممکن ذریعہ کو ہاتھ سے گنوانا نہیں چاہتے ہیں اور اس میں چاہے امریکہ ہو یا فرانس یا برطانیہ اسی نظریہ سے اس نے اپنے سب سے بڑے مذہبی دشمن یہود سے ہاتھ ملایا ہوا ہے اور اسرائیل کو جس طرح آگے بڑھانے کی کوششیں جاری ہیں وہ بھی اسی کا ایک حصہ ہے۔

اب ذرا ہم پھر آرہے ہیں اسی ایک پہلے والے پہلو کی طرف کہ اس قدر ترکیبیں سازشیں، کوششیں اسلام مخالف ہونے کے باوجود کلیسا اپنے ان ناپاک خفیہ منصوبوں میں کامیاب نہیں ہو پا رہا ہے۔ انھیں نہ تو شرک و بدعت اور مورتی پوجا سے کوئی لینا دینا ہے اور نہ ہی اس کی طرف سے کوئی خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ دور حاضر میں سائنسی ماحول کے انسان کے لئے سب سے زیادہ اپیل کرنے والا مذہب اسلام ہی ہے اور یہ بات بھلا عیسائیت کے مبلغین کیسے برداشت کرسکتے ہیں۔ ان کی ہر کوشش اسلام مخالف رہی ہے ہر توڑ اسلام پر ہے لیکن جب وہ اس قدر کوششوں کے بعد نہ کامیاب ہوں تو ان کا جھنجلاہٹ قابل فہم ہی ہے۔ اس موقع پر ہمیں اس بات پر اطمینان ہے کہ تمام دنیا اسلام

کی حقانیت کی اندر ہی اندر قائل نظر آ رہی ہے انہیں کلیساؤں کے اختیارات اور رویئے سے بے انتہا شکایات بھی ہیں۔ اس لئے اب ان کے دل و دماغ میں اسلام یا مسلمانوں سے متعلق کوئی نفرت قطعاً نہیں ہے جب ہی تو جن جن جگہوں پر پہلے اسلام اور مسلمانوں کا عروج تھا اور عیسائیوں نے اپنے صلیبی جنگوں کے طفیل اور دیگر سازشوں کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کے عروج کو وہاں سے ختم کر کے عیسائیت کا پوری طرح سے تسلط قائم کر دیا تھا۔ وہاں بھی اب مسلمانوں کے حالات بحال ہو رہے ہیں مسجدیں اور مکتب قائم ہونے شروع ہو گئے ہیں اور اسلامی معاشرہ کی چہل پہل دکھائی دینے لگی ہے نفرت کی جگہ ہمدردی اور تعلقات استوار کرنے بنانے کے جذبہ نے لے لی ہے شہزادی ڈائنا کی موت کے بعد اس سے پیدا ہوئی عیسائی عوام کی بے پناہ ہمدردی اس کا سب سے بڑا خوش آئند نظارہ ہے جس کو مبلغین اسلام اپنے لئے نیک شگون سمجھتے ہوئے عیسائیت و چرچ اور پادریوں سے بیزار عوام الناس کی طرف پورے ساز و سامان کے ساتھ اپنی توجہ مرکوز کر دینے چاہیئے اسی میں ملت اسلامیہ کے لئے روشن مستقبل کی خوشخبری پنہاں ہے اہل نظر کی نظریں صاف طور پر دیکھ رہی ہیں۔

مدر ٹریسا بھی ۵ ستمبر ۱۹۹۷ء بروز جمعہ کو انتقال کر گئیں۔ ان کے انتقال سے عیسائی دنیا کو بڑا گہرا دھکا لگا ہے کہنے کو وہ ایک ہمدرد و غمگسار انسانیت تھیں لیکن ان کی تمام خدمات بباطن عیسائیت کی تبلیغ و نشر و اشاعت کی معین تھیں اسی وجہ سے انہیں نوبل انعام سے بھی نوازا گیا اور نوبل انعام